— قسط دوم —

افتاء اور اصولِ افتاء

مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب، صدر شعبۂ افتاء مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

ماخذ و مراجع فقہ حنفی

امام محمدؒ اور امام ابویوسفؒ نے فقہ میں امام صاحبؒ سے اس قدر مسائل، احکام، فتاوی روایت کئے ہیں جو کہ بڑی بڑی ضخیم جلدوں میں موجود ہیں۔

قابل توجہ امر یہ ہے کہ امام صاحبؒ نے ان مسائل کو اپنے قیاس و گمان سے کیا ہے یا کسی محدث، مجتہد سے روایت کیا ہے۔

امام صاحبؒ نے ان مسائل کو اپنے اساتذہ کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور قاضی شریح رحمہ اللہ وغیرہم سے روایت کیا ہے۔ امام صاحبؒ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مابین تین واسطے ہیں۔

ابوحنیفۃ عن حماد بن سلیمان عن ابراھیم النخعی عن علقمۃ عن عبد اللہ بن مسعود وعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما۔

صحابہ کرام، تابعین اور تمام فقہاء امت کے مشائخ ہیں

حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کا فقہی مسائل میں اختلاف تھا تابعین نے حسب استعداد ان سے احادیث حاصل کیں۔ ان کی آراء کو سمجھا ان کے مختلف اقوال جمع کئے۔ جس قول کی تائید حدیث مشہور سے ہوتی تھی اس کو دوسرے مسئلہ پر ترجیح دی۔

تابعین میں اختلافِ مسائل صحابہ کرام کی اتباع میں تھا

تابعین میں سے ہر عالم نے اپنی تحقیق کے مطابق ایک علیحدہ مسلک اختیار کیا اور ہر عالم اپنے شہر میں فقیہہ اور محدث مشہور ہوا۔

عالم اسلام میں فقہاء امتّ کا ورود

مدینہ میں سالم ابن المسیبؒ، ان کے بعد زہریؒ، قاضی یحییٰ بن سعیدؒ، ربیعۃ الرایؒ، مکہ میں عطاءؒ، کوفہ میں ابراہیم نخعیؒ و شعبیؒ، بصرہ میں حسن بصریؒ، یمن میں طاؤسؒ اور شام میں مکحولؒ پیدا ہوئے۔ لوگوں نے نہایت شوق و رغبت سے ان کی طرف رجوع کیا ان سے علمِ حدیث، صحابہؓ کے اقوال و مذاہب اور خود ان علماء کے ذاتی مسالک اور تحقیقات سے فیض یاب ہوئے۔

ان چشموں کے صاف اور شیریں پانی سے چار نہریں جاری تھیں جن میں سے ایک کے ہاں تشنگانِ حدیث کا مجمع تھا تو دوسرے کے پاس شیفتگانِ مذہب صحابہؓ کا ہجوم تھا تیسرے کی طرف طالبانِ تنقیح و تحقیق کشاں کشاں جا رہے تھے اور چوتھے کے نزدیک مسائل دریافت کرنے والوں، مدعی اور مدعا علیہ کی نظر لگی ہوئی تھی۔

سعید بن المسیبؒ اور ان کے متبعین

سعید بن مسیبؒ، ابراہیمؒ اور ان کے ہم مرتبہ لوگوں نے تمام فقہی ابواب کو مرتب کیا۔ ہر باب کے متعلق ان کے پاس اصول و قواعد مرتب تھے یہ سب فیض انہوں نے اپنے اسلاف سے حاصل کیا تھا۔

سعید بن مسیبؒ اور ان کے شاگردوں کا یہ اعتقاد تھا کہ حرمین کے علماء فقہ میں نہایت پختہ ہیں۔ ان کے مذہب کی بنیاد عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کے فتاویٰ اور مدینہ کے قاضیوں کے فیصلے ہیں۔ انہوں نے یہ سب علوم بقدر استطاعت جمع کئے اور اس ترتیب میں وہ مسائل جمع کئے جن پر تمام علمائے مدینہ کا اتفاق ہے یا اکثر کی رائے ہے۔ یا قوی قیاس سے ان مسائل کی تائید ہوتی تھی۔ یا ان مسائل کو جو قرآن اور احادیث سے صراحتہً ثابت ہیں۔ اور اگر کسی مسئلہ میں سلف کا قول معلوم نہ ہوتا تو انہیں کے وضع کردہ اصول و مسائل سے اس کا جواب دیتے۔

ابراہیم نخعیؒ اور ان کے شاگرد

ابراہیم نخعیؒ اور ان کے شاگردوں کی رائے یہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ کوئی قابل وثوق نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے امام اوزاعیؒ سے کہا تھا کہ ابراہیمؒ سالمؒ سے زیادہ فقیہہ ہیں اور اگر صحابی ہونے کی فضیلت عبداللہ بن عمرؓ میں نہ ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ انکی نسبت علقمہؒ میں فقاہت زیادہ ہے۔ لیکن عبداللہ تو عبداللہ ہی ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا مأخذ

امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا ماخذ عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاویٰ، حضرت علیؓ کے فیصلے قاضی شریحؒ اور دیگر قضاۃِ کوفہ کے فتاویٰ ہیں۔ انہیں سے امام ابوحنیفہؒ نے بقدر امکان مسائل فقہ کو مدوّن کیا۔ اہل مدینہ کے آثار سے جیسے مدینہ کے علماء نے تحقیقات کی تھیں ایسے ہی اہل کوفہ کے آثار سے انہوں نے تحقیق کی اسی طرح ہر باب کے متعلق مسائل فقہ مرتب اور ملخص ہوگئے۔ ابن مسیبؒ تمام فقہاء مدینہ کے علوم کا مخزن تھے۔ خصوصًا وہ حضرت عمرؓ کے فیصلے اور حضرت ابوہریرہؓ کی حدیثوں سے زیادہ واقف تھے۔ اور ابراہیمؒ تمام علماء کوفہ کے علوم کا مخزن تھے۔ جب سعید بن مسیبؒ اور ابراہیمؒ کوئی بات بیان کریں اور کسی کی طرف اس کو منسوب نہ کریں تب بھی ان کا کلام سلف میں سے کسی نہ کسی کی طرف صراحتًا یا اشارۃً منسوب ہی ہوگا۔ ابن مسیبؒ کے فضل وکمال اور تبحر پر تمام فقہاء مدینہ کا اتفاق ہوگیا اور تمام نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اسی طرح ابراہیمؒ کے فضل وکمال، فقاہت اور جلالت پر تمام فقہاء کوفہ متفق ہوگئے اور ان کے شرفِ تلمذ سے اپنی تشنگی کو بجھایا[1]

شاہ صاحب کے کلام کا حاصل

ابراہیم نخعیؒ کی خصوصیات | ۱۔ ابراہیمؒ کے عہد میں چونکہ فقہ و حدیث کا ان سے زیادہ کوفہ

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ باب اسباب اختلاف الصحابہ والتابعین فی الفروع ص۱۴۳ و ص۱۴۴،

میں کوئی عالم، فاضل نہ تھا اس لیے تمام علماء کوفہ کے تفقہ کا مرکز ابراہیمؒ تھے۔
۲۔ ابراہیم نے اپنی فقہ میں انہیں مسائل کو جمع کیا ہے جو ابنِ مسعودؓ، حضرت علیؓ اور قاضی شریحؒ وغیرہ (صحابہ اور تابعین) سے منقول ہیں۔
ان مسائل کو انہیں سے روایت کیا ہے اور بعض مسائل ایسے بھی ہیں۔ جن کو انہیں کے مقرر کردہ قواعد سے سمجھا ہے بہر حال ان کے اکثر مسائل صحابہؓ سے مروی ہیں۔
۳۔ ابراہیمؒ نے وہی مسائل جمع کئے ہیں جن کو مشہور احادیث یا قوی دلائل کی کسوٹی پر پرکھا ہے

امام ابوحنیفہؒ کا ابراہیم نخعیؒ کے مذہب کا تتبع

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے انہی مسائل کو ابراہیمؒ سے روایت کیا ہے۔
فقہ حنفی دراصل ان روایات کا مجموعہ ہے۔ جنہیں امام صاحبؒ نے ابراہیمؒ سے، ابراہیمؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے۔
شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں مزید فرماتے ہیں۔

وکان ابوحنیفۃ رضی اللہ عنہ الزمھم بمذھب ابراھیم واقرانہ لایتجاوزہ الاماشاء اللہ وکان عظیم الشان فی التخریج علی مذھبہ دقیق النظر فی وجوہ التخریجات مقبلا علی الفروع اتم اقبال وان شئت ان تعلم حقیقۃ ما قلنا فلخص اقوال ابراھیم واقرانہ من کتاب الاٰثار لمحمد رحمہ اللہ تعالیٰ وجامع عبدالرزاق ومصنف ابی بکر بن ابی شیبۃ ثم قایسہ بمذھبہ تجدہ لا یفارق تلک المحجۃ الافی مواضع یسیرۃ وھو فی تلک الیسیرۃ ایضاً لایخرج عما ذھب الیہ فقہاء الکوفۃ[1]

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو ابراہیم اور ان کے ہم عصر علماء کی روش کی

---

[1] باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء ص ۱۴۶۔

زیادہ پابندی تھی اور امام صاحب نے شاذونادر ہی کسی مسئلہ میں ابراہیم سے خلاف کیا۔ یہ قوانین کلیہ سے جزئیات کے حکم دریافت کرنے میں بڑے بلند خیال تھے خصوصاً ابراہیمؒ کے مذہب پر جزئیات کے حکم معلوم کرنے میں آپ کو بڑا ملکہ تھا جب کسی جزئی کا حکم دریافت کرتے تو ان کی اس پر نہایت گہری نظر اور پوری توجہ ہوتی ہمارے قول کی اگر صداقت منظور ہے تو امام محمدؒ کی کتاب الآثار جامع عبدالرزاق اور ابوبکر ابن ابی شیبہ کی مصنّف سے ابراہیمؒ اور ان کے معاصرین کے اقوال کو ملخص کرکے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب سے ان کا اندازہ کرلینا چاہیے، وہ کہیں بھی ان کی روش سے تجاوز نہیں کرتے۔ مگر نہایت معدودے چند موقعوں میں اور ان مواقع میں بھی وہ فقہائے کوفہ کے مذہب کو پیش نظر رکھتے ہیں!"

شاہ صاحبؒ نے یہ دعویٰ کیا کہ فقہ حنفی کے مسائل بعینہٖ وہی ہیں جو ابراہیم نخعی نے عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کئے ہیں اور اس دعویٰ کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اساتذہ اور مشائخ کا مسلسل سلسلۂ اسناد

عبداللہ بن مسعودؓ اور آپ کی شخصیت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک واقعہ پیش آیا جسے قانونی نقطہ نظر سے کافی اہمیت حاصل ہے۔ وہ یہ کہ انہوں نے ایک فاضل صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم کی حیثیت سے کوفہ بھیجا۔ وہ مورخ نہیں تھے، صوفی نہیں تھے وہ خالد بن ولیدؓ کی طرح نامور سپاہی بھی نہیں تھے۔ لیکن قانون میں ان کو ملکہ حاصل تھا۔ چنانچہ وہ وہاں درس دیتے رہے ظاہر ہے کہ ان کے درس میں قانونی مباحث اور فقیہانہ عناصر ہمیشہ زیادہ ہوتے تھے۔ جب وہ وہاں بھیجے گئے تو انہیں ایک پروانہ یا تقرر نامہ دیا گیا جس کے الفاظ یہ تھے۔ "اے کوفہ کے مسلمانو! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک نہایت محترم صحابی کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں تمہیں شکر گذار ہونا چاہیے کہ میں اپنے آپ پر ایثار کرکے ایسے شخص کو تمہیں دے رہا ہوں اس سے

تمہیں معلوم ہوگا کہ ان کی کیا اہمیت ہے"۔
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنی وفات تک وہاں شعبہ قانون کے استاد کی حیثیت سے درس دیتے رہے۔

علقمہ نخعیؒ اس شہر کے باشندوں میں انہیں ایک لائق یمنی شاگرد، علقمہ نخعی نامی ملا جوان کا بہترین طالب علم تھا عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات کے بعد یہ شاگرد جامع مسجد کوفہ میں قانون کا معلم بنا اور اس نے درس جاری رکھا ان کی وفات ہوئی تو

ابراہیم نخعیؒ ابراہیم نخعیؒ ایک اور یمنی باشندہ جو کہ شاگرد تھا اور کوفہ میں ہی رہتا تھا وہ ان کا جانشین بنا غرض یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور یہ شہرت پھیل گئی کہ کوفہ کی جامع مسجد میں فقہ کی تعلیم بہت اچھی ہوتی ہے۔

حماد بن ابی سلیمانؒ ابراہیم نخعیؒ کی وفات کے بعد ان کے ایک شاگرد حماد بن ابی سلیمان، جو عرب نہیں بلکہ ایرانی تھے وہ جانشین ہوئے وہ بھی قانون کے ماہر تھے اور فقہ کی تعلیم دیتے تھے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کا جانشین ایک اور ایرانی شاگرد بنتا ہے۔ یہ امام اعظم ابو حنیفہؒ ہیں۔ وہ بہت کم سن تھے اسکے باوجود سب سے بہتر شاگرد سمجھے جاتے تھے حتیٰ کہ خود حماد بن ابی سلیمان کے شاگرد (یعنی امام ابو حنیفہؒ کے جو ہم درس طلبا رہتے وہ بھی اصرار کرنے لگے کہ: اے ابو حنیفہؒ، استاد کے بعد تم اس کام کو جاری رکھو۔ ابو حنیفہ بہت ذہین آدمی اور انسانی نفسیات سے آشنا تھے انہوں نے خیال کیا کہ مجھ جیسے نوجوان کو استاد کی جگہ لوگ دیکھیں گے تو غالباً پسند نہیں کریں گے جب تک انہیں کوئی تشویق نہ دی جائے اور یہ نہ بتایا جائے کہ واقعی ان کے لیکچر بہت اہم ہیں چنانچہ امام ابو حنیفہؒ نے اپنے ساتھیوں سے جو ان کے رفیق درس تھے کہا کہ میں اس شرط کے ساتھ قبول کرتا ہوں کہ ایک سال تک تم میرے طالب علموں کی حیثیت سے لیکچروں میں حاضر رہو گے اگر تم اس پر آمادہ ہو تو میں قبول کرتا ہوں وہ بھی مخلص دیندار لوگ تھے انہوں نے کہا" بہت خوب" جب لوگوں نے دیکھا کہ ابو حنیفہ وہ استاد ہیں کہ ان کے ہم درس بھی ان کے شاگرد بننے کو تیار ہیں

تو انہیں خوشی بھی ہوئی اور اطمینان بھی ہوا کہ واقعی یہ قابل شخص ہوگا جب ہی تو اس کے ہم جماعت اس کے شاگرد بننے پر آمادہ ہیں لے

امام ابو حنیفہ کا کارنامہ اسلامی قانون کی اجتماعی تنظیم

۲۔ اس دور میں امام ابو حنیفہؒ نے ایک کارنامہ انجام دیا جو اسلامی قانون کی تاریخ میں سب سے زیادہ اہم اور یادگار کارنامہ ہے اس زمانے میں امام مالک، امام اوزاعی وغیرہ بڑے بڑے فقیہہ موجود تھے انہوں نے کتابیں بھی لکھیں لیکن ان کی کوششیں انفرادی تھیں۔ امام ابو حنیفہ نے سوچا کہ انفرادی کوشش کی جگہ اسلامی قانون کی تدوین اگر اجتماعی طور پر کی جائے تو بہتر ہوگا چنانچہ انہوں نے اپنے بہت سے شاگردوں میں سے چالیس ماہرین قانون منتخب کرکے ایک اکیڈمی قائم کی۔ انتخاب میں اس بات کا خیال رکھا کہ جو لوگ قانون کے علاوہ دیگر علوم اور معاملات کے ماہر ہوں انہیں بھی اکیڈمی کا رکن بنایا جائے غرض مختلف صلاحیتوں کے ماہرین کو اس اکیڈمی میں جمع کیا گیا۔ اصول یہ تھا کہ ایک فرضی سوال پیش کیا جائے کہ اگر یوں ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ اس مسئلے پر بحث ہوتی بعض اوقات ایک سوال پر ایک ایک ماہ تک بحث ہوتی اور بالآخر جب سب لوگ ایک نتیجے پر پہنچ جاتے تو اس اکیڈمی کے سیکرٹری امام ابو یوسفؒ اسے لکھ لیا کرتے تھے۔ ایسی کچھ تحریریں ہم تک پہنچی ہیں جن میں "قال"، "قال"، "قلنا"، یعنی سوال و جواب کی صورت میں کسی مسئلہ پر بحث کی گئی ہے لے

طبقات فقہاء

فقہاء مندرجہ ذیل سات اقسام میں منقسم ہوتے ہیں۔

طبقہ نمبر ۱ مجتہدین کا طبقہ ہے۔ جب کہ آئمہ اربعہ جو اصحاب مذاہب ہیں مستقل مذہب

لے خطبات بہاولپور، ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ ص ۹۹ تا ۱۰۱ ادارہ تحقیقات اسلامی (اسلام آباد پاکستان)

لے 〃 〃 〃 ص ۱۰۲ ۱۹۸۵ء۔ کل صفحات ۴۷۷۔

رکھتے ہیں۔ کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ انہیں مجتہد مطلق کہتے ہیں۔ قواعد اور اصول کی تاسیس اور انہیں قواعد کی بنا پر ادلہ اربعہ کتاب و سنت و اجماع اور قیاس سے احکام شرعیہ کا استخراج اور استنباط کرتے ہیں۔ اصول و فروع میں کسی کے مقلد نہیں جیسے آئمہ اربعہ وغیرہ کہ اکثر اصولوں میں یہ آئمہ ایک دوسرے کے مخالف ہیں [1]

طبقہ نمبر ۲ | مجتہدین فی المذہب کا طبقہ ہے۔ مثلاً امام ابو یوسف م ۱۸۲ھ، امام محمد م ۱۸۹ھ، امام زفر۔ م ۱۵۸ھ، امام حسن بن زیاد، م ۲۰۴ھ، امام حماد بن امام اعظم م ۱۷۶ھ اور دوسرے اصحاب ابو حنیفہؒ کہ وہ اپنے استاد ابو حنیفہؒ کے قواعد کے مطابق ادلہ اربعہ سے احکام شرعیہ کے استخراج پر قادر ہیں۔ یہ حضرات اگرچہ فروع میں امام اعظمؒ کی مخالفت کرتے ہیں لیکن اصول میں اکثر آپ کی تقلید کرتے ہیں

انکا طرۂ امتیاز یہی ہے کہ اصول میں وہ امام اعظمؒ کی مخالفت نہیں کرتے۔

طبقہ نمبر ۳ | مجتہدین فی المسائل: یہ ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جو صاحب مذہب (امام صاحبؒ) سے منصوص نہیں مثلاً امام خصافؒ م ۲۶۱ھ، امام طحاوی م ۳۲۱ھ امام کرخیؒ م ۳۴۰ھ امام شمس الائمہ حلوانیؒ م ۴۵۴ھ، امام شمس الائمہ السرخسیؒ م ۴۹۰ھ، امام فخر الاسلام بزدویؒ م ۴۸۲ھ، شیخ برھان الدّین محمود بن الصدرؒ مصنف ذخیرہ و محیط، شیخ طاہر بن احمد صاحب خلاصۃ الفتاوی م ۵۴۲ھ، شیخ فخر الدّین قاضی خان م ۵۹۲ھ، شیخ ابن الضمام صاحب التحریر و فتح القدیر اور ان جیسے دوسرے فقہاء۔ یہ حضرات اصول اور فروع میں امام کی مخالفت پر قدرت نہیں رکھتے۔ لیکن جن مسائل میں امام صاحبؒ سے نص نہیں ہے۔ امام کے قواعد کے مطابق ان میں اجتہاد کر کے استنباطِ احکام کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

طبقہ نمبر ۴ | یہ مقلدین میں سے اصحاب تخریج کا طبقہ ہے مثلاً ابوبکر جصاص الرازیؒ م ۳۷۰ھ امام جرجانیؒ م ۳۹۸ھ، امام قدوریؒ م ۴۲۸ھ اور امام دبوسیؒ م ۴۳۰ھ و امثالہم کہ اصولوں پر احاطہ اور مآخذ کے ضبط کی وجہ سے امام کے اور ان کے اصحاب سے منقول مجمل ذو معنیین

---

[1] سن توفی ائمہ اربعہ: امام اعظم ابو حنیفہؒ م ۱۵۰ھ، امام مالکؒ ۱۷۹ھ، امام شافعیؒ ۲۰۴ھ، امام محمدؒ م ۲۴۱ھ۔

قول اور مبہم محتمل حکم کی تفصیل پر قدرت رکھتے ہیں ۔ یہ ملکہ ان کو اصولوں میں نظر و فکر اور فروع کی نظائر و امثال پر قیاس کرنے سے حاصل ہوتا ہے ۔ صاحب ہدایہ کا یہ کہنا "کذا فی التخریج الرازی" اسی مد میں آتا ہے ۔

طبقہ نمبر ۵ | متقدمین میں سے اصحاب ترجیح کا طبقہ ہے ۔ مثلاً ابوالحسین احمد قدوری م ۴۲۸ھ، شیخ الاسلام برھان الدین علی المرغینانی صاحب ہدایہ م ۵۹۳ھ، الاسبیجابی م ۵۳۵ھ، ابن کمال م ۹۴۰ھ اور جندی اور ابوسعود وغیرہم ۔ ان کا منصب بعض روایات کو بعض پر فوقیت دینا ہے تفضیل کے الفاظ یہ ہوتے ہیں ۔ ہذا اولی، ہذا اصح روایۃ، وہذا اوضح درایۃ، وہذا اوفق للقیاس، وہذا ارفق بالناس ۔

طبقہ نمبر ۶ | متقدمین کا وہ طبقہ جو اصحاب تمیز کہلاتا ہے ۔ جو اقوی ۔ قوی ، ضعیف ظاہر مذہب، ظاہر الروایات اور روایات نادرہ کی تمیز پر قادر ہے ۔ مثلاً شمس الائمہ محمد الکردری م ۶۴۲ھ، جمال الدین حصیری م ۶۳۶ھ ۔ اور متاخرین میں سے اصحاب متون اربعہ مثلاً صاحب الکنز حافظ الدین نسفی م ۷۱۰ھ، صاحب المختار مجد الدین م ۶۸۳ھ، صاحب الوقایہ تاج الشریعہ م ۶۷۳ھ، صاحب المجمع مظفر الدین م ۶۹۴ھ وامثالہم ۔ ان کا منصب یہ ہے کہ اپنی کتب میں مردود اقوال اور ضعیف روایات نہیں لاتے ۔ یہ اس سلسلہ کا آخری طبقہ ہے ۔

طبقہ نمبر ۷ | یہ لوگ مذکورہ صلاحیتوں سے عاری ہوتے ہیں ۔ قوی اور کمزور میں فرق نہیں کر سکتے ۔ ان کے لیے علماء عصر اور فقہاء دھر کی تقلید کے سوا چارۂ کار نہیں ہے [۱]

طبقاتی تقسیم پر بعض اشکالات

۱ ۔ اس میں امام خصاف اور طحاوی کو تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے ۔ جو نہ اصول میں مخالفت کر سکتے ہیں نہ فروع میں ، حالانکہ ان حضرات کا درجہ اس سے اونچا ہے ۔ کیونکہ انہوں نے بہت

---

[۱] مقدمہ عمدۃ الرعایہ ص۸ مولانا علامہ عبدالحی لکھنوی نا قلا عن طبقات الحنفیہ

سے مسائل میں امام اعظمؒ کا خلاف کیا ہے ۔ کتب فقہ اور خلافیات کے مطالعہ سے یہ بات معلوم کی جاسکتی ہے ۔

ع۲ ۔ صاحب طبقات نے ابوبکر جصاص رازیؒ کا درجہ گھٹ دیا ہے کیونکہ ان کو چوتھے طبقہ میں شمار کیا ہے حالانکہ آپ تیسرے طبقہ والوں سے یعنی شمس الائمہ حلوائیؒ اور قاضی خان وغیرہ سے زمانہ علم و رتبہ کے اعتبار سے بڑھے ہوئے ہیں ۔ اسی طرح صاحب ہدایہ اور قدوری کا درجہ گھٹا دیا ہے ۔ حالانکہ یہ حضرات بھی قاضی خان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور صاحب ہدایہ بالفرض بڑھے ہوئے نہ ہوں برابر کے تو ضرور ہیں ۔ پس چاہیے تھا کہ قدوری اور صاحب ہدایہ کو بھی تیسرے درجہ میں شمار کرتے ۔

طبقات اور درجاتِ مسائل و روایات

طبقہ اولیٰ | امام محمدؒ کی روایات افتاء کے لیے امامت کا درجہ رکھتی ہیں ان میں سرفہرست وہ روایات ہیں جنہیں ظاہر الروایات کہا جاتا ہے کیونکہ صاحب مذہب تک ان کی سند واضح اور ظاہر ہے ۔

ان کا دوسرا نام اصول خمسہ ہے روایات میں اختلاف اور تعارض کی صورت میں ان کو ترجیح حاصل ہے ۔ اور فتویٰ میں بالآخر یہی روایات "اصح مافی الباب" کہلاتی ہیں اس سلسلے میں ان کو مستند اور معتمد سمجھا جاتا ہے ۔ جب تک ان مسائل کے خلاف عمل کی ترجیح کسی دلیل سے معلوم نہ ہو اس وقت تک ان پر عمل کرنا ضروری ہے ۔

۱:۔ مسائل مبسوط ۔ اس کو اصل بھی کہا جاتا ہے ۔ ۲ :۔ مسائل جامع صغیر
۳ :۔ مسائل جامع کبیر ۔ ۴ :۔ مسائل سیر کبیر ۔ ۵ :۔ مسائل زیادات ۔

بعض نے ان کتب کی یوں تقسیم کی ہے مبسوط و جامع صغیر تو روایۃ الاصول، ظاہر الروایۃ و مشہور الروایۃ ہیں اور جامع کبیر و زیادات صرف روایۃ الاصول ہیں اور سیر کبیر صرف ظاہر الروایۃ اور مشہور الروایۃ ہے اور سیر صغیر درمیان سے ساقط ہے ۔

طبقہ ثانیہ | اس کے بعد دوسرا درجہ غیر ظاہر الروایۃ کا ہے غیر ظاہر الروایۃ کی وجہ یہ ہے

لہ امام محمدؒ کی نسبت سے ان کو وہ شہرت نہیں ملی جو ظاہر الروایۃ کو ملی ہے اور امام محمدؒ سے وہ براہِ راست مروی بھی نہیں ہیں۔
نیز سند کے اعتبار سے ظاہر الروایۃ کے طرق بھی ان میں نہیں پائے گئے۔
(**نوٹ**) اس درجہ اور مرتبہ کے بعض مسائل تو دوسرے آئمہ سے مروی ہیں اور بعض امام محمدؒ کی دوسری کتب میں بھی موجود ہیں۔ لیکن ظاہر الروایۃ میں نہ پائے جانے کے باعث انہیں مسائل غیر ظاہر الروایۃ کہتے ہیں۔
امام حسن بن زیاد کی مجرد اسی مد میں آتی ہے۔
امام محمدؒ کی دوسری کتب جیسے کیسانیات۔ ۲۔ رقیات۔ ۳۔ جرجانیات۔ ۴۔ ہارونیات امالی میں داخل ہیں۔ اسی طرح امام محمدؒ کے تلامذہ کی روایات جنہیں نوادر کہا جاتا ہے۔ نوادر ابن سماع نوادر ہشام۔ نوادر ابن رستم یہ سب غیر ظاہر الروایات میں شامل ہیں۔
طبقۂ ثالثہ متاخرین کے وہ فتاویٰ جنہیں واقعات کہتے ہیں جو امام محمدؒ کے تلامذہ اور تلامذہ در تلامذہ نے واقعات میں استنباط کیا ہے۔ جن کے متعلق ائمہ سے کوئی روایت نہیں ملتی فقیہہ ابو اللیث نصر سمرقندی کی کتاب علم النوازل اس سلسلہ کا پہلا مرقع ہے فقیہہ ابو اللیث امام الہدیٰ کے عظیم لقب سے معروف ہیں۔
اس کتاب میں انہوں نے اپنے متاخرین مشائخ محمد بن مقاتل رازیؒ اور محمد بن سلمہؒ اور نصیر بن یحییٰ وغیرہم کے فتاویٰ شامل کر دیے ہیں اور اپنے اختیارات کا ذکر کیا ہے۔ یہ درحقیقت واقعات ہیں انہیں اصول کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ عموماً کتب مشائخ میں اس تیسرے طبقہ کی روایات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ مثلاً مجموع النوازل، واقعات ناطفی۔ واقعات صدر شہید وغیرہ۔ ان کے بعد مصنفین فقہاء نے اپنے فتاویٰ ممتاز شکل میں نہیں بلکہ دوسروں سے مختلط کر کے ذکر کئے ہیں۔ جیسے فتاویٰ قاضیخان اور خلاصۃ الفتاویٰ اور اصحاب متون وغیرہ لیکن بعض اکابر نے شدت سے اس فرق کو ملحوظ رکھا ہے جیسے محیط رضی الدّین سرخسیؒ کہ انہوں نے اولاً مسائل پر بحث کی اور پھر نوادر اور فتاویٰ کی طرف رجوع کیا۔
یہاں یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ فتاویٰ سے مراد وہ مسائل و نوازل ہیں جن کی بابت ائمہ

سے کوئی روایت نہ ہو بلکہ وہ صرف مشائخ کے استنباطات ہوں ۔ فتاویٰ قاضی خان ،
فتاویٰ عالمگیری کو فتاویٰ کہتے ہیں یہ مجازاً ہے کیونکہ ان میں مسائل اور فتاویٰ دونوں مخلوط ہیں [1]

امام محمد بن حسن شیبانی

شخصیت، جامعیت اور تصانیف

۱ ۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کی فقہ اور آپ کے اجتہاد کے امین و محافظ ہیں ۔
اور آپ کے اجل اور اکمل تلامذہ میں انکا شمار ہوتا ہے ۔

۲ ۔ آپ کی جانفشانی اور زندگی بھر فقہ و حدیث اور آثار کی تدوین و تاسیس ترتیب و
تالیف کے باعث آپ کو ترجمان ابوحنیفہؒ کہا جاتا ہے ۔

۳ ۔ چودہ سال کی عمر میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کیا ۔ چار سال
تک خدمت میں رہے آپ کی وفات کے بعد پھر امام ابویوسفؒ سے تکمیل کی ان کے علاوہ
مسعرؒ ، اوزاعیؒ ، سفیان ثوریؒ اور امام مالکؒ جیسے اساطین علم و عمل سے فضل و کمال کا اکتساب
کیا ۔ یہاں تک کہ باتفاق اہل علم فقہ کے بلند پایہ امام تفسیر و حدیث کے ماہر و حاذق ، لغت
و ادب کے نازش روزگار مسلم استاذ تسلیم کئے گئے ۔

تعارف کتب

آپ کی تصانیف میں سے حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں اور یہی کتابیں فقہ حنفی کی اصل
اصول خیال کی جاتی ہیں ۔ کیونکہ امام صاحب کے مسائل روایۃً ان میں مذکور ہیں کل مسائل جو آپ
نے قرآن و حدیث کی روشنی میں استنباط کیے ۔ ۱۰۰،۷۰،۱۰ (دس لاکھ ستر ہزار ایک سو) ہیں ۔

مبسوط اس میں آپ نے امام ابویوسفؒ کے جمع کردہ مسائل کو خوب وضاحت کے ساتھ
مرتب کیا ہے ۔ اس کو اصل بھی کہتے ہیں ۔ کیونکہ آپ نے اس کو سب سے پہلے تصنیف کیا ہے ۔

---

[1] مقدمہ عمدۃ الرعایہ ۔

جامع صغیر اس میں آپ نے امام ابو یوسف رح کی روایت سے امام اعظم رح کے تمام اقوال لکھے ہیں۔ کل ۱۵۳۲ مسائل ہیں۔ جن میں سے ۱۷۰ مسائل میں اختلاف رائے بھی کیا ہے۔

جامع کبیر اس میں آپ نے امام صاحب رح کے اقوال کے ساتھ امام ابو یوسف رح اور امام زفر رح کے اقوال بھی ذکر کئے ہیں اور ہر مسئلہ کی دلیل لکھی ہے۔ یہ جامع صغیر سے زیادہ دشوار ہے۔ بعد کے فقہاء نے اصول فقہ کے مسائل بھی زیادہ تر اسی کتاب کی روشنی میں اخذ کئے ہیں۔

زیادات جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروع یاد آتے رہے وہ اس میں درج کئے ہیں۔ اس لئے اس کو زیادات کہتے ہیں۔

کتاب الحجہ علی اہل المدینہ امام محمد رح، امام اعظم رح کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور تین برس امام مالک رح کی خدمت میں رہے۔ ان سے مؤطا بھی پڑھا۔ اہل مدینہ کا طریق تفقہ جدا تھا۔ بہت سے مسائل میں وہ لوگ امام ابو حنیفہ رح سے اختلاف رکھتے تھے۔ امام محمد رح نے مدینہ طیبہ سے واپس ہو کر یہ کتاب لکھی اس میں پہلے فقہی باب باندھے پھر اہل مدینہ کے قول نقل کرتے ہیں اور احادیث و آثار و قیاس سے ثابت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رح کا مذہب راجح اور صحیح ہے۔

سیر صغیر یہ کتاب سیر پر ہے امام اوزاعی رح نے اس کو دیکھا تو تعریف کی مگر بطور طنز یہ بھی کہا کہ "اہل عراق کو فن سیر سے کیا نسبت"۔ امام محمد رح نے یہ جملہ سنا تو سیر کبیر لکھنا شروع کی۔

سیر کبیر اس کو ساٹھ ضخیم اجزاء میں مرتب کیا اور تیاری کے بعد ایک خچر پہ لادا کہ خلیفہ ہارون الرشید کے پاس ان کو لے جائیں۔ خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے از راہ قدردانی شہزادوں کو استقبال کے لیے بھیجا اور ان کو ہدایت کی کہ امام محمد رح سے اس کی سند حاصل کریں۔ امام اوزاعی نے بھی اس محققانہ کتاب کی بہت تعریف کی۔

جامع صغیر و سیر کبیر کا فرق حنفیہ مشرک کو نجس العین نہیں مانتے اور جامع صغیر میں یہ بھی ہے کہ وہ مسجد حرام اور دوسری مساجد میں داخل ہو سکتا ہے مگر سیر کبیر میں ظاہر نص قرآنی کے موافق یہی ہے کہ مسجد حرام میں ہمارے نزدیک بھی داخل نہیں ہو سکتا اور ہم اسی کو معتمد مانتے ہیں کیونکہ یہ امام محمد رح کی آخری تصنیف ہے۔ آیت "انما المشرکون"

نجسؒ کی روشنی میں غالباً ظاہر مسئلہ سیر کبیر کا درست ہے۔ جامع صغیر کا نہیں کیونکہ مشرکین میں ظاہری نجاست کے علاوہ اعتقادی نجاست شرک بھی ہے۔ اگرچہ اس بارے میں عند الضرورت مستثنیٰ صورتیں موجود ہیں۔ اور اسی لیے اسلام لانے کے بعد کافر و مشرک پر غسل واجب ہو جاتا ہے[1]

امام محمدؒ کی کتب ستہ میں سیر کبیر اواخر مؤلفات میں سے ہے جس کی قدر و عظمت معروف ہے۔ اس کتاب کا ترکی میں ترجمہ ہو گیا تھا تاکہ مجاہدین دولتِ عثمانیہ کو احکام جہاد پر اس سے پوری بصیرت حاصل ہو سکے[2]

اور یہ کتاب شرح سرخسی کے ساتھ دائرۃ المعارف حیدر آباد سے چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے[3]

رُقیات وغیرہ رقہ کے قیام میں جو فقہ کا مجموعہ تیار کیا وہ رقیات کہلاتا ہے۔ اسی طرح اور کتابیں کیسانیات، جرجانیات، ہارونیات وغیرہ۔ لیکن یہ کتابیں اصطلاح فقہاء میں ظاہر الروایۃ میں داخل نہیں۔ بلکہ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ بھی اس سلسلہ سے خارج ہے۔

مؤطا امام محمدؒ حدیث کی مشہور کتاب ہے جو امام مالکؒ کی دوسری مؤطاؤں سے علمی و فنی اعتبار سے زیادہ بلند پایہ ہے۔ اس میں احادیث مرفوعہ اور موقوفاتِ صحابہؓ مسند و مرسل روایات کی مجموعی تعداد ۱۱۸۵ ہے جس میں ۱۰۰۵ تو امام مالکؒ سے اور ۱۷۵ دوسرے طریق سے ہیں۔ جن میں ۱۳ تو امام ابوحنیفہؒ سے ہیں اور ۴ قاضی ابویوسف سے اور بقیہ دیگر حضرات سے مروی ہیں۔

چونکہ امام محمدؒ نے اپنے مؤطا میں بہت سے آثار و روایات اور مسائل کو امام مالکؒ کے علاوہ دوسرے حضرات سے نقل کیا ہے۔ لہٰذا مجازاً اس کا انتساب امام محمدؒ ہی کی طرف ہوتے لگا۔

جاری ہے۔

---

[1] مشکلات القرآن۔ افادات مولانا محمد انور شاہ کاشمیری ص ۱۹۷

[2] بلوغ الامانی از علامہ کوثری ص ۶۴

[3] انوار الباری مولانا احمد رضا بجنوری۔